گذشتہ اقوام کی ہلاکت کے اسباب پر اجمالی نظر

امل موسوی*
Afm.pk.2013@gmail.com

کلیدی کلمات: سنت الٰہی، ہلاکت، ہلاک شدہ اقوام، ظلم و فساد۔

خلاصہ

معاشرے اور اقوام کی حیات اور ممات میں سب سے اہم چیز وہ اسباب ہیں جو اقوام کی زندگی اور ہلاکت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ موت ہر کسی کا مقدر ہے، تاہم معاشروں کی حیات و ممات کسی فرد کی موت کی طرح نہیں ہوتی، بلکہ معاشروں کی ہلاکت یعنی صفحہ ہستی سے مکمل طور پر مٹ جانے کی کچھ وجوہات اور عوامل ہیں۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ تمام معاشرے اور قومیں ہلاکت سے دوچار ہوئی ہیں، جنہوں نے استکبار و کفر سے کام لیا اور احکام الٰہی کی نافرمانی کی۔
ان اقوام کے مطالعہ سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ ان میں ظلم و فساد عام تھا۔ ظلم صرف دوسروں پر ہی نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اپنی ذات پر بھی ظلم کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ پر ظلم شرک ہے، جو اُن میں عام تھا۔ انبیاء کی مسلسل ہدایت کے باوجود انہوں نے کفر و شرک کیا۔ خدا پر ظلم ہی اجتماعی ظلم کی بنیاد ہے۔ موجودہ معاشروں کو ہلاکت سے بچانے کے لئے گذشتہ ہلاک شدہ اقوام کا مطالعہ کرنے اور ان سے عبرت لینے کی ضرورت ہے۔

اس بات پر تقریباً تمام دانشور متفق ہیں کہ اس دور میں انسانی معاشرہ مختلف مسائل کا شکار ہے اور ان میں سے بعض مسائل کی وجہ سے نسل انسانی خطرے سے دوچار ہے۔ جنگ وجدال، قتل و غارت، غربت و افلاس اور پھر جغرافیائی عوامل کی وجہ سے پیش آنے والے مسائل کچھ ایسے ہیں جن کے حل کے لیے مشترکہ کوششوں کی ضرورت ہے۔ ان کوششوں کے علاوہ جن کا دائرہ کار زیادہ تر مادی اور معاشی ہے ان وجوہات کو سمجھنے کی ضرورت ہے، جن سے معاشرہ تباہی و بربادی کی طرف جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے تاریخ کا مطالعہ اور گذشتہ اقوام کے حالات سے آگاہی بھی اہم ہے کیونکہ گذشتہ دور میں ہونے والے واقعات اور اقوام کے خصائص ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اس بارے میں نہج البلاغہ میں بھی اشارہ کیا گیا ہے: ”فما اشد اعتدال الاحوال و اقرب اشتباہ الامثال “یعنی ” حالات کتنے ملے ہوئے ہیں اور طور طریقے کتنے یکساں ہیں“ (1) ساتھ ہی نہج البلاغہ میں گذشتہ اقوام کے حالات سے عبرت لینے کی بھی نصیحت کی گئی ہے: ”و اعتبربما مضی من الدنیا ما بقی منہا فان بعضہا یشبہ بعضا “ یعنی "اور گزری ہوئی دنیا سے باقی دنیا کے بارے میں عبرت حاصل کرو۔ کیونکہ اس کا ہر دور دوسرے دور سے ملتا جلتا ہے“ (2)
یہ بات ثابت شدہ ہے کہ گذشتہ اقوام کی تاریخ کے مطالعہ سے معاشروں کی تباہی اور اس کے اسباب کے بارے میں بیش قیمت معلومات ملتی ہیں، لیکن ان میں سے بہت سے مطالعات اور تجزیے ایسے ہیں جن پر مکمل طور پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ (مثال کے طور پر تاریخی مادیت کا

*۔ایم۔ایس۔سی (سوشیالوجی)؛انٹر نیشنل اسلامک یونی ورسٹی، اسلام آباد۔

نظریہ یا ارتقا کا نظریہ جس پر مسلسل نقد و تنقید کی جا رہی ہے) ایسی صورت میں قرآن مجید اور احادیث معصومینؑ سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے جس سے ایسے اسباب کی نشاندہی ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں مسلسل اور کثرت سے انسانوں کو دعوت فکر دی گئی ہے۔ نہ صرف نظام کائنات اور فطری نظام کے بارے میں غور و فکر کرنے کو کہا گیا ہے، بلکہ انسانی معاشروں پر نافذ نظام کے بارے میں بھی تامل و تفکر کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن کریم ہدایت اور علم کا ذریعہ ہے۔ بہت سے مسائل قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں، جن کی حقیقت اور ماہیت تک عقل انسانی پہنچنے سے قاصر ہے، تاکہ انسان تفکر و تدبر سے ان میں تامل کرے اور نہ صرف اپنی زندگی کو بامقصد بناسکے، بلکہ اس کے ساتھ معاشرے کی بقا کا انتظام بھی کیا جاسکے۔ ان موارد و مسائل کے بارے میں معرفت و پہچان کا ایک طریقہ گذشتہ اقوام کے حالات بیان کرنا یا یوں کہیے تاریخی واقعات کا بیان ہے۔ جیسے قوم عاد و ثمود نیز الٰہی شخصیات جیسے حضرت ابراہیمؑ و موسیٰؑ اور طاغوتی شخصیات جیسے فرعون اور نمرود کے بارے میں قرآن میں بتایا گیا ہے۔

سابقہ اُمم کے واقعات بیان کرنے کی وجوہات

قرآن مجید ہدایت کی کتاب ہے اور اس میں گذشتہ اقوام کے حالات بیان کرنے کا مقصد بھی ہدایت کرنا ہی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی ان تاریخی واقعات اور حقائق کو بیان کرنے کا ایک اور مقصد عبرت بھی ہے تاکہ حال میں رہنے والے لوگ اور معاشرے گذشتہ دور میں رہنے والے لوگوں کے بارے میں جان سکیں کہ کہاں انہوں نے غلطی کی ہے اور کس روش اور عادت کو اپنانے کی وجہ سے یہ معاشرے صفحہ ہستی سے اس طرح مٹ گئے کہ آج ان کا نام و نشان تک نہیں رہا اور ہلاکت ان کا مقدر بنی۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

”لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَـٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ“۔

یعنی: ”بیشک ان کے قصوں میں سمجھ داروں کے لئے عبرت ہے، یہ (قرآن) ایسا کلام نہیں جو گھڑ لیا جائے بلکہ (یہ تو) ان (آسمانی کتابوں) کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے اس قوم کے لئے جو ایمان لے آئے۔“ (3)

اس کے علاوہ قرآن میں تاریخی واقعات کو اس لئے بھی بیان کیا گیا ہے تاکہ لوگ قوانین الٰہی یعنی سنت الٰہی سے آشنائی حاصل کریں۔ سورۂ حج کی آیت 46 میں ارشاد ہوتا ہے:

”أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَـٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ“۔

یعنی: ”تو کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی کہ (شاید ان کھنڈرات کو دیکھ کر) ان کے دل (ایسے) ہو جاتے جن سے وہ سمجھ سکتے یا کان (ایسے) ہو جاتے جن سے وہ (حق کی بات) سن سکتے، تو حقیقت یہ ہے کہ (ایسوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔“

جیسا کہ معلوم ہے انسانی زندگی کے دو بُعد (aspects) ہیں ایک انفرادی ہے اور دوسرا اجتماعی۔ اجتماع میں رہنے سے اس کے اجتماعی بعد (aspects) کی تشکیل ہوتی ہے اور اس طرح اجتماع یعنی معاشرہ انسانی زندگی میں اہمیت رکھتا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید میں انفرادی احکامات دینے کے ساتھ ساتھ اجتماع کے بارے میں بھی احکامات دیے گئے ہیں۔ الٰہی معاشرے کی خصوصیات بیان کی گئیں ہیں اور گزرے ہوئے معاشروں کے حالات و واقعات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ان کی ہلاکت کے بارے میں بھی بات کی گئی ہے تاکہ زمان حال کے لوگ سنن الٰہی (قوانین الٰہی) جو انسانی معاشروں میں لاگو ہوتے ہیں کے بارے میں جان سکیں اور ان سے تخلف نہ کریں۔

سنت الٰہی کیا ہے؟

''قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِكُمۡ سُنَنٞ فَسِيرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَٱنظُرُواْ كَيۡفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلۡمُكَذِّبِينَ''۔

یعنی: ''تم سے پہلے (گذشتہ امتوں کے لئے قانونِ قدرت کے) بہت سے ضابطے گزر چکے ہیں سو تم زمین میں چلا پھرا کرو اور دیکھا کرو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔'' (4)

لغت کی رو سے سنت وہ راستہ ہے جو تمام زمانوں میں یکساں طور پر طے کیا جاتا ہے۔ (5) سنت الٰہی وہ قوانین ہیں جن کی بنیادوں پر انسانی معاشرے کی تشکیل ہوتی ہے اور نظام زندگی چلتا ہے، جیسے مادی دنیا، بلکہ پوری کائنات میں فطری قوانین ہیں اور انہی اصولوں کے مطابق دنیا میں نظم وانضباط پائی جاتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوں تو نظم وترتیب بھی نہ ہو۔ اس طرح یہ تنظیم تکوینی (جبری) ہے۔ معاشرہ اپنی حیات کے لیے کچھ اصول و قوانین کا محتاج ہے۔ جیسے ہی انسان نے اس ضرورت کو درک کیا تو قوانین بنائے تاکہ معاشرہ قائم رہ سکے نیز ان قوانین سے انحراف کرنے والوں کے لیے سزائیں مقرر کی گئیں تاکہ معاشرے میں نظم وضبط قائم رہے۔ یہ تو ہیں انسان کے بنائے ہوئے قوانین جن میں تغیر و تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی معاشرے پر فطری قوانین کا اطلاق ہوتا ہے، جن کو سنت الٰہی یا قانون الٰہی کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ معاشروں میں ہونے والی تبدیلیاں اور تاریخی تحولات اتفاقی نہیں ہیں، بلکہ زندگی اور موت، ترقی اور انحطاط یہ سب کے سب ایک مشخص و معین سلسلہ قوانین کے تحت ہوتے ہیں جن کو سنت الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (6)

قرآن مجید میں اکثر مقامات پر عذاب الٰہی کا ذکر ملتا ہے نیز ان ہلاک شدہ اقوام کا بھی ذکر ہے جنہوں نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی اور ان پر عذاب نازل کیا گیا۔ خطاکار قوم کو سزا دینا یا پھر ان کے گناہ کی نسبت سے عذاب سے دوچار کرنے کو سنت اولین کا نام دیا گیا ہے:

''قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِن يَنتَهُواْ يُغۡفَرۡ لَهُم مَّا قَدۡ سَلَفَ وَإِن يَعُودُواْ فَقَدۡ مَضَتۡ سُنَّتُ ٱلۡأَوَّلِينِ''۔

یعنی: ''آپ کفر کرنے والوں سے فرمادیں: اگر وہ (اپنے کافرانہ اَفعال سے) باز آجائیں تو ان کے وہ (گناہ) بخش دیئے جائیں گے جو پہلے گزر چکے ہیں، اور اگر وہ پھر وہی کچھ کریں گے تو یقیناً اگلوں (کے عذاب در عذاب) کا طریقہ گزر چکا ہے (ان کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوگا)'' (7)

ہلاکت کا مفہوم

ہلاکت کے لفظی معنیٰ مرنا اور ختم ہونے کے ہیں۔ یہ لفظ ایک فرد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور اس کا اطلاق قوم اور معاشرے پر بھی ہوتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو قوموں اور معاشروں کی پستی کے لیے زوال کا لفظ استعمال ہوتا ہے تاہم زوال بمعنیٰ ہلاکت نہیں ہے۔ اس طرح زوال ہلاکت کا ہم پہلو نہیں ہے ہر چند زوال ہلاکت کی وجوہات میں سے ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ یعنی ایک قوم تدریجاً پستی کی طرف جاتے ہوئے زوال پذیر ہو کر ہلاک ہو سکتی ہے۔ ہلاکت سے مراد ایک معاشرہ، قوم یا تہذیب کا صفحہ ہستی سے مٹ جانا ہے۔ ہلاکت کا یہ عمل زوال کی صورت میں تدریجاً بھی ہو سکتا ہے اور اچانک بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں قوم عاد، ثمود وغیرہ کے بارے میں بتایا گیا جہاں زندگی اچانک رک گئی تھی۔

موت اور زندگی کا قانون صرف انسانوں سے ہی مخصوص نہیں ہے، بلکہ اس میں انسانی معاشرے اور تہذیبیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ تاریخ پر ایک اجمالی نگاہ ڈالنے سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کچھ اقوام اور معاشرے پہلے موجود تھے، لیکن اب ان کے آثار ہی باقی ہیں جو ان کی موجودگی کا پتہ دیتے ہیں۔ اس طرح زندگی اور موت کا قانون صرف انفرادی زندگی پر ہی لاگو نہیں ہوتا، بلکہ یہ معاشروں پر بھی لاگو ہوتا ہے تاہم اس کی زندگی اور ہلاکت کی صورت معاشروں میں مختلف ہے۔ انسانی معاشروں کی ہلاکت عموماً حق و حقیقت کے راستے سے بھٹک جانے کی صورت میں ہوتی ہے جیسا کہ اس کی طرف قرآن مجید میں بھی اشارہ کیا گیا ہے:

"قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِن يَنتَهُواْ يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ وَإِنْ يَعُودُواْ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينِ"۔

یعنی: "آپ کفر کرنے والوں سے فرمادیں: اگر وہ (اپنے کافرانہ افعال سے) باز آجائیں تو ان کے وہ (گناہ) بخش دیئے جائیں گے جو پہلے گزر چکے ہیں، اور اگر وہ پھر وہی کچھ کریں گے تو یقیناً اگلوں (کے عذاب در عذاب) کا طریقہ گزر چکا ہے (ان کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوگا)" (8)

اس طرح معاشروں کی ہلاکت گناہوں کا رد عمل ہے۔ جس طرح بین الاقوامی قوانین کا نفاذ کیا گیا ہے اور ان قوانین سے انحراف کرنے والے ممالک کو رد عمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے (ہر چند یہ قوانین صرف محروم اور غریب ممالک کے لیے ہیں) اسی طرح انسانی معاشروں کے لیے بھی فطری قوانین ہیں اور جزا و سزا کا نظام نافذ ہے جس کا اطلاق تمام معاشروں پر یکساں ہوتا ہے اور مسلسل الٰہی احکام کو پامال کرنے کی صورت میں معاشروں کو یہ سزا ہلاکت کی صورت میں ملتی ہے۔ ہلاکت منحرف معاشروں کی آخری سزا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ۔ فَلَوْلَآ إِذْ جَاءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُواْ وَلَـٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ۔ فَلَمَّا نَسُواْ مَا ذُكِّرُواْ بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰٓ إِذَا فَرِحُواْ بِمَآ أُوتُوٓاْ أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُواْ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔"

یعنی: "اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے بہت سی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر ہم نے ان کو (نافرمانی کے باعث) تنگ دستی اور تکلیف کے ذریعے پکڑ لیا تاکہ وہ (عجز و نیاز کے ساتھ) گڑگڑائیں۔ پھر جب ان تک ہمارا عذاب آپہنچا تو انہوں نے عاجزی و زاری کیوں نہ کی؟ لیکن (حقیقت یہ ہے کہ) ان کے دل سخت ہوگئے تھے اور شیطان نے ان کے لئے وہ (گناہ) آراستہ کر دکھائے تھے جو وہ کیا کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو فراموش کر دیا جو ان سے کی گئی تھی تو ہم نے (انہیں اپنے انجام تک پہنچانے کے لیے) ان پر ہر چیز (کی فراوانی) کے دروازے کھول دیئے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں (کی لذتوں اور راحتوں) سے خوب خوش ہو (کر مدہوش ہو) گئے جو انہیں دی گئی تھیں تو ہم نے اچانک انہیں (عذاب میں) پکڑ لیا تو اس وقت وہ مایوس ہو کر رہ گئے۔ پس ظلم کرنے والی قوم کی جڑ کاٹ دی گئی، اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔" (9)

ہلاک شدہ اقوام کے حالات

ہلاک شدہ اقوام کے حالات بیان کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ماضی میں جو معاشرے تباہ ہوئے ہیں، وہ کس قسم کے معاشرے تھے۔ کیا ان کا شمار اس زمانے کے لحاظ سے پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ معاشروں میں ہوتا ہے یا نہیں وہ مہذب اور پیشرفتہ معاشرے تھے۔ یہاں پر بطور مثال صرف عاد و ثمود کے حالات مختصراً بیان کیے جاتے ہیں۔

تاریخ میں دو قبیلوں کا ذکر نام عاد سے کیا گیا ہے۔ ایک جسے قرآن نے عاد الاولیٰ سے تعبیر کیا اور دوسری وہ جو ولادت مسیح سے سات سو پہلے تھا۔ یہ احقاف یا یمن میں رہائش پذیر تھا۔ (10) عاد کے افراد بلند قامت اور متمدن تھے۔ آباد شہروں میں رہتے تھے اور ان کے ہاں باغات اور بڑے بڑے محل تھے، جسے قرآن مجید نے بڑے بڑے ستونوں سے تعبیر کی ہے: "إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ○ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ"۔ یعنی: (جو اہلِ) اِرم تھے (اور) بڑے بڑے ستونوں (کی طرح دراز قد اور اونچے محلات) والے تھے۔ جن کی مثل (دنیا کے) ملکوں میں (کوئی بھی) پیدا نہیں کیا گیا" (11) اس سے ان کی ترقی اور عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی طرف حضرت ہودؑ کو نبی بنا کر بھیجا گیا، جنہوں نے اپنی دعوت کا آغاز دیگر انبیا کی طرح کیا۔ آپ کی پہلی دعوت توحید اور شرک کی نفی تھی۔ (12) لیکن اس سرکش قوم نے ان کی باتوں کو پس پشت ڈالا۔ حضرت ہودؑ پر "جنون" کی تہمت لگائی جو ان کے خیال میں ان کے خداؤں کے غضب کا نتیجہ تھا۔ یہ ان کے بیہودہ پن اور خرافات پرستی کی دلیل ہے۔ (13) ان کے کردار کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

"وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُواْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْاْ رُسُلَهُ وَاتَّبَعُواْ أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ"۔

یعنی: "اور یہ (قومِ) عاد ہے، جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اپنے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر جابر (و متکبر) دشمنِ حق کے حکم کی پیروی کی۔" (14)

قوم عاد کے اس انکار اور دعوت توحید کو ٹھکرانے پر ان پر سخت عذاب مسلط کیا گیا جس سے ان کا معاشرہ اور تہذیب ہلاک ہو گئی۔ ہر چند ان میں سے صاحب ایمان افراد عذاب سے محفوظ رہے۔ "وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ" یعنی: اور جب ہمارا حکمِ (عذاب) آ پہنچا (تو) ہم نے ہود (علیہ السلام) کو اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو اپنی رحمت کے باعث بچا لیا، اور ہم نے انہیں سخت عذاب سے نجات بخشی۔(15)

ایک اور قوم جو کہ ہلاک ہوئی اور ان کی ہلاکت کا ذکر قرآن میں ملتا ہے، قوم ثمود ہے۔ قوم ثمود، شکم کی اسیر اور ناز و نعمت سے بھری خوشحال زندگی سے بہرہ مند تھی۔(16) یہ لوگ چٹانوں کو کاٹ کر ان سے عالیشان عمارتیں تعمیر کرتے تھے۔ جیسا کہ سورۃ الفجر میں ارشاد ہوتا ہے: "وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ"۔ یعنی: اور ثمود (کے ساتھ کیا سلوک ہوا) جنہوں نے وادیٔ (قری) میں چٹانوں کو کاٹ (کر پتھروں سے سینکڑوں شہروں کو تعمیر کر) ڈالا تھا۔(17) انہوں نے بھی قوم عاد کی طرح حضرت صالحؑ کو جھٹلایا اور وحی اور روز قیامت کا انکار کیا۔ یہ لوگ شرک میں بھی مبتلا تھے نیز جابر حکمرانوں کی پیروی کرتے تھے۔ لہٰذا یہ لوگ قہر الٰہی میں مبتلا ہوئے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُواْ الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُواْ فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ۔ كَأَن لَّمْ يَغْنَوْاْ فِيهَا أَلاَ إِنَّ ثَمُودَ كَفرُواْ رَبَّهُمْ أَلاَ بُعْدًا لِّثَمُودَ۔"

یعنی: "اور ظالم لوگوں کو ہولناک آواز نے آ پکڑا، سو انہوں نے صبح اس طرح کی کہ اپنے گھروں میں (مُردہ حالت میں) اوندھے پڑے رہ گئے۔ گویا وہ کبھی ان میں بسے ہی نہ تھے، یاد رکھو! (قومِ) ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا تھا۔ خبردار! (قومِ) ثمود کے لئے (رحمت سے) دوری ہے۔" (18)

اقوام کی ہلاکت کے عوامل و اسباب

یہاں ایک بات جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہلاکت کیسے آتی ہے اور وہ کیا عوامل اور اسباب ہیں جو معاشرے کو ہلاکت کی طرف لے کر جاتے ہیں۔ ہلاکت کو دو صورتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ہلاکت آسمانی اور زمینی بلاؤں سے کہ جس کے بارے میں قرآن مجید میں سابقہ امم کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہلاکت کی دوسری صورت ایک قوم کا دوسرے قوم کے ہاتھوں ہلاک ہونا ہے۔ جس کا ثبوت تاریخ میں ہونے والی جنگیں دیتیں ہیں اور قرآن مجید میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی واضح مثال کفار مکہ تھے جن کی مسلمانوں کے ساتھ جنگیں ہوئیں اور ان جنگوں کے نتیجہ میں ان کا معاشرہ ہلاک ہوا تھا، لیکن ان جنگوں میں بھی جو مومنین کی کافروں کے ساتھ ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد بھی شامل رہتی ہے۔(19) ان دو صورتوں کے علاوہ ہلاکت کی ایک اور صورت یہ بھی ہے کہ معاشرہ خود اندرونی طور پر شکست و ریخت کا شکار ہو جاتا ہے اور پھر زوال پذیر ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ جاتا ہے۔

کسی قوم کی ہلاکت کے عوامل اور اسباب کا دارومدار خود اس معاشرے پر ہے۔ عموماً جب معاشرے اخلاقی برائیوں کا شکار ہوتے ہیں ہر چند مادی ترقی میں پیشرفتہ ہوتے ہیں لیکن ان کا معاشرہ متوازن نہیں رہتا اور کئی برائیوں میں شامل ہونے کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اخلاقی برائیوں کے علاوہ جو بات زیادہ اہم ہے وہ خدا اور دین فطرت سے دوری ہے، اس کے علاوہ فساد، اجتماعی ظلم اور جابر حکمرانوں کی پیروی اور اطاعت بھی معاشرے کو ہلاکت کے دہانے پر پہنچا دیتی ہے۔

اجتماعی ظلم اور فساد

ظلم معاشرے اور کسی بھی تہذیب کی تخریب میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اپنی ذات پر ظلم سے صرف انسان خود ہی متاثر نہیں ہوتا ہے، بلکہ بسااوقات دوسروں پر ظلم و ستم، اپنی ہی ذات پر ظلم کا شمار ہوتا ہے۔ کسی بھی چیز کو اس کے مقررہ اور مناسب مقام پر نہ رکھنا ظلم کہلاتا ہے۔ مثلاً انسان کا کسی مسئلے میں حد اعتدال سے بڑھ جانا یا پھر کمی کرنا ہے۔ ظلم کا لغوی معنیٰ اعتدال سے بڑھ جانا ہے اور اس میں تمام اخلاقی رذائل شامل ہوتے ہیں۔ ظلم کا دوسرا معنی جو خاص ہے اس سے مراد دوسروں کو نقصان پہچانا اور اذیت دینا ہے۔ (20) جس میں تہمت، غیبت، قتل، حقوق کا غصب کرنا وغیرہ شامل ہے۔ ظلم کی تین صورتیں ہیں یعنی: انسان کا اپنے آپ پر ظلم، خدا تعالیٰ پر ظلم اور دوسروں پر ظلم ہے۔ دوسروں پر ظلم کرنا بھی اجتماعی ظلم ہی ہے۔ انسان جب خدا اور اپنے مقام کو صحیح طرح نہیں پہچانتا اور اپنے مقام کو اپنی حد سے بڑھاتا ہے تو گویا اس نے حد سے تجاوز کیا ہے۔ اور اس کا (دوسرے کے بارے میں) یہ رویہ اور سوچ، اس کے کردار کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ اسی لیے قرآنی تعلیمات میں دوسروں پر ظلم کو اپنے پر ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (21) خدا تعالیٰ پر ظلم کرنا یہ ہے کہ انسان شرک کا قائل ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے۔ تقریباً تمام ہلاک شدہ اقوام کی واضح خصوصیت یہی شرک اور ذات الٰہی کا انکار تھا۔ دوسروں پر ظلم یا پھر اجتماعی ظلم کی بنیاد بھی یہی انکار اور سرکشی ہے۔ جب انسان خدا اور اپنے مقام کو نہیں پہچانتا تو وہ دوسروں کے حقوق سے بھی چشم پوشی کرلیتا ہے جو ظلم وجور کا سبب بنتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ نے ہر حکومت کے لیے ایک مدت معین کی ہوئی ہے۔ اگر حکمران رعیت کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لیں تو اس کی مدت بڑھ جاتی ہے اور اگر ظلم سے کام لیں تو اس کی مدت میں کمی ہو جاتی ہے۔ (22)

فساد بھی ظلم کی طرح اعتدال سے بڑھ جانا ہے اگرچہ اس کا مفہوم وسیع ہے اور ہر طرح کی زیادتی اور تباہی کے ضمن میں آتا ہے۔ سورۂ فجر میں عاد، ثمود اور فرعون کے معاشروں میں فساد کے عام ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: " الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ۔ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ۔ "یعنی" (یہ) وہ لوگ (تھے) جنہوں نے (اپنے اپنے) ملکوں میں سرکشی کی تھی۔ پھر ان میں بڑی فساد انگیزی کی تھی" (23) لہٰذا اس سرکشی اور فساد انگیزی کا نتیجہ عذاب اور ہلاکت کی صورت میں سامنے آیا۔ " فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ" یعنی : توآپ کے ربّ نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ (24)

فساد اور ظلم دونوں معاشروں کی جڑوں کو کھوکھلا کردیتے ہیں اور معاشرہ زوال کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔ اگر اس کا سد باب نہ کیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ ہلاکت ہوتی ہے۔ ظلم کی طرح فساد کی بھی متعدد صورتیں ہیں: جس میں اعتقادی، اخلاقی واجتماعی اور مالی فساد شامل ہیں۔ اعتقادی فساد یہ ہے کہ انسان اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھرائے، انبیاء سے دشمنی کرے اور ایمانیات کے تقاضوں کو پورا نہ کرے۔ فساد کی اخلاقی صورت میں تمام اخلاقی رذائل یعنی: تکبر، حسد، منافقت اور جھوٹ وغیرہ کا عام ہونا ہے، جبکہ اجتماعی فساد میں دوسروں کے حقوق پر تجاوز کرنا، ظلم و تعدی کرنا شامل ہوتے ہیں۔ فحاشی، لواطت اور ہر طرح کے منکرات اور فواحش بھی فساد میں شامل ہیں۔ خرید و فروخت میں دھوکہ دہی سے کام لینا، ناپ تول میں کمی کرنا، سود خوری اور حرام خوری بھی فساد ہی ہیں اور اس طرح فساد وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ فساد چاہے کسی بھی صورت میں ہو معاشرے اور اقوام کی حیات میں رکاوٹ اور ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔

قرآن مجید میں بیان کی گئی سابقہ ہلاک شدہ اقوام کے خصائص میں سے ایک نمایاں خصوصیت یہی ظلم اور فساد ہے اور یہی ظلم اور فساد ہی ان کی ہلاکت کا سبب بنا تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے ظلم اور فساد کا منشاء اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار اور تکبر ہے۔ یہ انکار اس بات کا باعث بنتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو خود مختار سمجھے اور دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرے۔ جب پورا معاشرہ ہی ایسا ہو جائے تو یقیناً اس معاشرے نے ہلاک ہی ہونا ہے، چاہے وہ زمینی یا آسمانی آفات سے ہو یا پھر اندرونی شکست و ریخت سے ہو۔ قرآن کریم ہلاکت اور نابودی کو ظالمین کا قطعی انجام بتاتا ہے۔ (25) قرآن کے مطابق اگر ایک معاشرہ یا پھر اس کی ایک قابل توجہ اکثریت، ظلم و جور کے راستے پر چلے تو وہ معاشرہ ہلاک

ہو جاتا ہے، کیونکہ ایسے معاشرے کو دوام حاصل نہیں ہے، ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک معاشرہ ظلم وجور سے بھر جائے اور اس کے باوجود اس کو دوام حاصل ہو۔(26)

غیر اخلاقی کاموں کا ارتکاب

غیر اخلاقی اور انسانی مشغلے جن میں ہر قسم کے فواحش اور منکرات شامل ہوتے ہیں فساد کی ہی صورتیں ہیں۔ تاہم ان کو الگ سے بیان کرنے کی وجہ اس بات کا اندازہ لگانا ہے کہ اخلاقی انحطاط کس طرح ہلاکت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کی واضح مثال قوم لوط کی ہے جنہوں نے اخلاقی بے راہروی کا کھلم کھلا اظہار کیا اور اخلاقی لحاظ سے اس قدر پست ہوگئے کہ حضرت لوط کی نصیحت ان کے کچھ کام نہ آئی۔ کہا گیا ہے کہ ان کی مجالس اور بیٹھکیں طرح طرح کے منکرات اور برے اعمال سے آلودہ تھیں وہ آپس میں رکیک جملوں اور فحش کلامی کا تبادلہ کرتے تھے، قمار بازی کرتے تھے، بچوں والے کھیل کھیلتے تھے، گزرنے والوں کو کنکریاں مارتے تھے نیز طرح طرح کے آلات موسیقی استعمال کرتے تھے اور دوسروں کے سامنے برہنہ ہو جاتے تھے۔(27) لہٰذا اس قوم پر اللہ کے غضب کا نزول ہوا اور ان کا شہر مسمار اور تہ و بالا ہوگیا۔ اس وجہ سے انہیں "مدائن مؤتفکات" (تہ و بالا ہونے والا شہر) کہتے ہیں۔(28)

جابر اور متکبر حکمرانوں کی پیروی

ایک اور چیز جو اُمتوں کی ہلاکت میں اہمیت کی حامل ہے وہ جابر اور متکبر سلاطین اور حکمرانوں کی پیروی ہے۔ قرآن کریم میں بھی واضح الفاظ میں ہلاک شدہ اقوام کی خصوصیات میں سے ایک خصلت مستکبرین کی پیروی کو کہا گیا ہے۔

" وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا۟ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا۟ رُسُلَهُۥ وَاتَّبَعُوٓا۟ أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ۔" (29)

یعنی: "اور یہ (قومِ) عاد ہے جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اپنے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر جابر (و متکبر) دشمنِ حق کے حکم کی پیروی کی۔"

حضرت صالحؑ نے بھی اپنی قوم کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ۔ وَلَا تُطِيعُوٓا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ۔ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ" (30)

یعنی: "پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور حد سے تجاوز کرنے والوں کا کہنا نہ مانو۔ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور (معاشرہ کی) اصلاح نہیں کرتے۔" (30)

یہ بات واضح رہے کہ لیڈرشپ یعنی رہبری ہمیشہ کسی بھی قوم کی سعادت اور شقاوت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اگر قوم کا رہنما اور ملک کی باگ و دوڑ سنبھالنے والا خدا ترس ہو تو وہ قوم کی ہدایت توحید پرستی کی طرف کرے گا، لیکن اگر نفسانی خواہشات کا پابند ہو اور فتنہ و فساد کا عادی ہو تو قوم بھی پستی اور انحطاط کی راہ پر چلے گی اور اُس میں ہر قسم کی منکرات عام ہو جائیں گی۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اجتماع اور انسانی معاشرے جب راہ حق سے منحرف ہو جائیں اور الٰہی نعمات کو فساد اور انحراف کے راستے میں استعمال کریں تو ہلاکت ان معاشروں کا مقدر بن جاتی ہے۔ یعنی یہ کہ گناہوں اور زمین پر فتنہ و فساد اور دنیاوی مشکلات اور آسمانی بلاؤں کے درمیان ایک گہرا تعلق ہے اور یہی الٰہی قوانین یا سنن الٰہی کہلاتی ہیں۔(31)

حوالہ جات

1۔ سید رضی، نہج البلاغہ (ترجمہ مفتی جعفر حسین)، خطبہ قاصعہ 190

2۔ایضا، مکتوب 69

3۔ سورہ یوسف، آیت نمبر 111

4۔ سورۃ آل عمران، آیت نمبر 137۔

5۔ نجفی علمی، محمد جعفر، برداشتی از جامعہ و سنن اجتماعی در قرآن، سازمان چاپ وانتشارات وزارت فرھنگ وارشاد اسلامی، 1371ھ۔ش، ص161

6۔ سہراب پور، ہمت، سنتھای الہی، دفتر انتشارات اسلامی، 1375ھ۔ش، ص6

7۔ سورۃ الانفال، آیت نمبر 38

8۔ایضا

9۔ سورۃ الانعام، آیت نمبر 42-45

10۔ شیرازی، ناصر مکارم، قصص القرآن منتخب از تفسیر نمونہ، انصاریان پبلیکیشنز، 2004م، ص73

11۔ سورۂ فجر، آیت نمبر 7،8

12۔ شیرازی، ناصر مکارم، قصص القرآن منتخب از تفسیر نمونہ، انصاریان پبلیکیشنز، 2004م، ص74

13۔ایضا، ص77

14۔ سورۂ ہود، آیت نمبر 59

15۔ سورۂ ہود، آیت نمبر 58

16۔ شیرازی، ناصر مکارم، قصص القرآن منتخب از تفسیر نمونہ، انصاریان پبلیکیشنز، 2004م، ص84

17۔ سورۂ فجر، آیت نمبر 9

18۔ سورۂ ھود، آیت نمبر 67-68

19۔ نجفی علمی، محمد جعفر، برداشتی از جامعہ و سنن اجتماعی در قرآن، سازمان چاپ وانتشارات وزارت فرھنگ وارشاد اسلامی، 1371ھ۔ش، ص163

20۔ حسینی دشتی، سید مصطفیٰ، معارف و معاریف دایرۃ المعارف جامع اسلامی، موسسہ فرھنگی آرایہ، 1379ھ۔ ش، ج7، ص134

21۔ عسگری، حبیب اللہ، ظلم اجتماعی وآثار آن، دانشنامہ موضوعی قرآن، 1394ھ۔ش۔ بحوالہ۔

http://www.maarefquran.com

22۔ حسینی دشتی، سید مصطفیٰ، معارف و معاریف دایرۃ المعارف جامع اسلامی، موسسہ فرھنگی آرایہ، 1379ھ۔ ش، ج7، ص135

23۔ سورۂ فجر، آیت نمبر 11،12

24۔ سورۂ فجر، آیت نمبر 13

25۔ سہراب پور، ہمت، سنتھای الہی، دفتر انتشارات اسلامی، 1375ھ۔ش، ص56

26۔ایضا، ص57

27۔ شیرازی، ناصر مکارم، قصص القرآن منتخب از تفسیر نمونہ، انصاریان پبلیکیشنز، 2004م، ص176

28۔ایضا، ص159

29۔ سورۃ ہود، آیت نمبر 59

30۔ سورۃ شعرا، آیت نمبر 150-152

31۔ نجفی علمی، محمد جعفر، برداشتی از جامعہ و سنن اجتماعی در قرآن، سازمان چاپ وانتشارات وزارت فرھنگ وارشاد اسلامی، 1371ھ۔ش، ص218